ظل و نور

از جناب ذوقی شاہ صاحب

انسان جب اپنے اصلی رنگ میں ہوتا ہے تو اپنی ہی بولی بولتا ہے، ہر فن میں کلام کرنے والا جب اپنے فن میں کلام کرتا ہے تو اسی زبان میں مقید رہتا ہے جو اس فن کے لئے مختص ہے۔ ایک معمولی شخص معمولی طور پر یہی کہیگا کہ "زید کو اس وقت تیز بخار ہے" مگر ایک ڈاکٹر جب اپنی زبان میں بات کریگا تو یوں کہیگا کہ "زید کا ٹمپریچر اس وقت ایک سو پانچ ہے"۔ الفاظ بظاہر مختلف مگر باطن ہم معنی ہیں۔ اگر فرق ہے تو بس اسی قدر کہ پہلے فقرہ میں اجمال ہے اور دوسرے میں کسیقدر تفصیل۔

ایک دوست کے اصرار پر میں بھی اس وقت "ظل و نور" کے متعلق صوفیانہ رنگ میں مختصراً کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تصوف کے مضامین کا حق تصوف ہی کی زبان کچھ ادا کرسکتی ہے ممکن ہے کہ بعض ناظرین میرے اس مضمون کو چیستان سے زیادہ وقعت نہ دیں لیکن غور و خوض کرنے والی طبیعتیں یقیناً اس سے محظوظ ہوں گی اور پانے والی بات کو پالیں گی۔

ظہور کائنات سے قبل ایک زمانہ تھا جس پر نہ زمانہ کا اطلاق ہوتا تھا نہ وقت کا۔ اس وقت نہ زمان تھا نہ مکان۔ نہ ازل نہ ابد۔ نہ تحت نہ فوق نہ ارکان تھے، نہ عناصر۔ صرف ذات مطلق تھی اور کچھ نہ تھا۔ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئًا۔

تخلیق کائنات کی جب پو پھٹی، ظہور کائنات کا جب آفتاب طلوع ہوا، تو جملہ اشیاء عدم سے وجود میں آئیں۔ اشیاء کو ظلمت عدمی سے نور وجود کی جانب لانے ہی کا نام تخلیق ہے۔ صوفیاء کرام

اصطلاح میں جملہ ظہورات وتعینات کو، وجود اضافی کو جو اعیانِ ممکنات تعینات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، معدومات ظاہرہ کو جو انوارِ الٰہی کی چمک سے ظہور پکڑتے ہیں، ظل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور نور وہ روشنی وہ چمک وہ قوت، وہ قدرت ہے جس سے یہ معدومات وجود میں آکر ظاہر ہوتے ہیں۔ نور ایک اسم ہے اسماء الٰہی میں سے جو تقریباً مترادف ہے۔ اسم الظاہر کے احکام ممکنات جو در اصل معدومات سے ہیں۔ اسم نور سے ظاہر ہوئے۔ اس ظہور کو وجود اضافی اور وجود خارجی کہتے ہیں۔ یہ اضافی یا خارجی وجود معدومات میں ظلمتِ عدمی ہے وہ نور جو صور معدومات میں ظاہر ہوا ظل ہے۔ کیونکہ موہوم ہے اور منقول ہے اور نفی نفسہا معدومات کی عدمیت ہے۔ تو گویا جن معدومات کا ظہور ہوا۔ وہ بھی ظل ہیں۔ اور جس نور کے سبب ان کا ظہور ہوا وہ نور بھی ظل ہے۔

عالم کو حق تعالیٰ سے وہی نسبت ہے جو سایہ کو اس شخص سے ہے جس کا کہ وہ سایہ ہے۔ عالم جس کہ غیرِ حق کا اطلاق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ظل ہے۔ یہ ظل الٰہی جسے کہ عالم کہتے ہیں اعیان ممکنات میں ظاہر اور ممتد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ فرقان میں فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۔ کیا تو نے اپنے رب کی طرف نظر نہیں کی کہ اس نے وجود اضافی کو ممکنات پر کس طرح پھیلایا؟ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۔ اور اگر وہ چاہے تو اس کو ساکن کر دے یعنی وجود اضافی کو اپنی ذات میں بالفعل سے بالقوہ کر دے۔ گویا حق تعالیٰ کی ہستی ایسی نہیں کہ جب وہ ممکنات میں تجلی فرماوے تب ظاہر ہو اور تجلی نہ فرمانے کی صورت میں مثل ممکنات کے ہو جاوے جن کا کوئی عین ہی وجود میں ظاہر نہیں۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ۔ پھر ہم نے اس سایہ پر آفتاب کو دلیل و رہنما بنایا۔ آفتاب سے ظل نمائی ظہور میں نہ آتی تو آفتاب کی روشنی کو کوئی نہ پہچانتا اگر آفتاب ایک ہی حالت پر قائم رہتا اور صبح شام نہ ہوتی اور سایہ کی طوالت میں کمی بیشی نہ واقع ہوتی رہتی تو نہ کسی کو نور کا شعور ہوتا نہ کوئی اس نور کو آفتاب سے نسبت دیتا۔ گویا آفتاب کے نور سے سایہ پہچانا جاتا ہے۔ اور سایہ سے آفتاب کا نور۔ وہ آفتاب اسم نور ہے جس سے وجود ظلی

کی شناخت ہوتی ہے۔ ثُمَّ قَبَضۡنٰہُ اِلَیۡنَا قَبۡضًا یَّسِیۡرًا۔ پھر ہم اس کو اپنی طرف تھوڑا تھوڑا اور آہستہ آہستہ کر کے لیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ اسی کا ظل ہے اور اسی کی طرف جملہ امور پلٹتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر چیز کی اصل ہے پس جملہ تعینات باعتبار ہویت حق کے حق تعالیٰ ہی کا وجود ہے اور باعتبار صورتوں کے اختلاف کے وہ سب تعینات اعیان ممکنات ہیں۔ جس طرح صورتوں کے اختلاف سے ظل کا نام اس سے دور نہیں ہو سکتا اسی طرح اس اختلاف کی بنا پر عالم اور غیر حق کے نام بھی اس سے دور نہیں ہو سکتے۔

جب عالم ایک ظل یا مجموعۂ ظلال ہے تو عالم کا وجود اصلی نہیں بلکہ ظلی وہمی خیالی اور اعتباری ہے حقیقت سے ناواقف خیال کرتا ہے کہ عالم حق تعالیٰ سے خارج ایک شئے زائد ہے، نیز یہ کہ عالم قائم بنفسہ ہے حالانکہ دراصل ایسا نہیں۔ سایہ کو اصل سے جو اتصال ہے اس کا ٹوٹنا محال ہے۔ کوئی چیز سایہ کو اصل سے جدا نہیں کر سکتی۔ ہر شخص اپنے عین کو پہچاننے کی کوشش کرے تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ وہ کون ہے؟ اور اس کی ہویت کیا ہے؟ کس اعتبار سے اس پر کون سا اسم صادق آتا ہے؟ بہ جہت حق اس کی کونسی ہے اور جہت خلق کونسی؟ اس معرفت کی کمی و بیشی پر عارفوں کی بصیرت کی کمی و بیشی کا تفاوت ہے اس کمی و بیشی کی مثال یہ ہے کہ ایک آئینہ خانہ متصور کرو جس میں بے شمار چھوٹے اور بڑے سیدھے اور ٹیڑھے صاف اور دھندلے، سپید اور رنگ برنگ کے آئینے ٹکے ہوئے ہیں۔ جن پر ایک ہی رنگ کی روشنی پھینکی جارہی ہے۔ دیکھنے والے کی نگاہ میں آئینہ کی رنگت اور صورت کے مطابق وہ روشنی بھی رنگ و صورت اختیار کر لیتی ہے۔ حالانکہ اس روشنی کا اصلی رنگ و صورت وہ نہیں۔ چھوٹے آئینے میں چھوٹی اور بڑے آئینہ میں بڑی صورت نظر آتی ہے۔ سیدھے میں سیدھی اور ٹیڑھے میں ٹیڑھی۔ صاف آئینہ میں صاف اور دھندلے میں دھندلی نظر آتی ہے۔ اسی طرح جو بندہ بوجہ اپنی صفائی کے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ متحقق ہو جاتا ہے اس میں حق تعالیٰ کے مظاہر زیادتی کے ساتھ ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ حق تعالیٰ ان کے لئے سمع و بصر و کلام اور کل قویٰ و جوارح بن جاتا ہے

لیکن باوجود اس قرب و اتصال کے بندہ ظل ہی رہتا ہے۔ یہ بندہ بوجہ اپنی صفائی کے ایک ایسا شیشہ ہوتا ہے کہ اسے ظل نوری کہتے ہیں ہر شخص بوجہ ظل ہونے کے محض خیال ہوتا ہے اور اس بندہ کے جملہ مدرکات اور یہ تمام موجودات جس پر غیر حق کا اطلاق ہوتا ہے۔ خیال در خیال ہے۔ وجود حق باعتبار اپنی ذات و عینیت کے اللہ ہی ہے نہ کہ باعتبار اسمار کے جن میں کثرت ہے ہستی میں احدیت ہے اور خیال میں کثرت جو کثرت میں قائم رہا وہ عالم میں اسمار الہیہ اور اسمار کونیہ کا قرین رہا اور جو احدیت پر قائم رہا اسے اس ذات اقدس کی معیت حاصل ہوئی جو غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ ہے یہ استغنار اسمار سے بھی ہے اور مسمیات سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کی وہ احدیت جو باعتبار اسمار الہیہ کے ہے احدیت الکثرت کہلاتی ہے۔ اور وہ احدیت جو ان اسمار سے مستغنی ہونے کی جہت سے ہے احدیت عینی کہلاتی ہے۔ ان دونوں جہتوں پر اسم احد کا اطلاق ہوتا ہے۔

ظلال ہی کی بدولت اور ظلال کے داہنے بائیں کر دیں لینے کے سبب سے بندہ کی رہنمائی ہوتی ہے اور بندہ پہچاننے لگتا ہے کہ اس کو حق تعالیٰ سے اور حق تعالیٰ کو اس سے کیا نسبت ہے؟ ماسوا کیوں فقر و ناداری و نیستی سے متصف ہے اور حقیقت الہیہ کی جانب اسے کیونکر احتیاج کلی ہے؟ اور حق تعالیٰ کے لوگوں اور عالموں سے مستغنی ہونے کی کیا حقیقت ہے؟

عالم اللہ کا محتاج ہے بسبب اسمار الہیہ کے۔ اور اسمار الٰہی وہ اسمار ہیں جن کے تحت میں عالم کے لوگ اور عالم کی چیزیں باہم ایک دوسرے کی محتاج ہیں یا عین ذات حق تعالیٰ کی محتاج ہیں کیونکہ ہمارے اسمار یا ہماری ذات بھی اللہ ہی کے اسمار ہیں۔ اور ہمارے اعیان نفس الامر میں اسی کے ظل ہیں۔ اور اس کے غیر نہیں۔ باعتبار حقیقت کے وہ ہماری ہوئیت ہے لیکن باعتبار تقید کے وہ ہماری ہوئیت نہیں۔ لہٰذا وہ مِن وجہٍ بندہ کی ہوئیت ہے اور مِن وجہٍ بندہ کی ہوئیت نہیں۔

اب ذرا آیت نور کی بھی سیر فرمائیے جس کو اس مضمون سے قوی تعلق ہے:-

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ط وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ (النور ع۵)

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال مانند طاق کے ہے جس کے بیچ میں چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے شیشہ کی وہ قندیل گویا کہ تارہ ہے چمکتا ہوا روشن کیا جاتا ہے۔ وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت سے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ نزدیک ہے کہ تیل اس کا روشن ہو جاوے۔ اگرچہ نہ لگے اس کو آگ۔ نور پر نور ہے اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب ہدایت فرماتا ہے۔ اور بیان فرماتا ہے مثالیں واسطے لوگوں کے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے:۔

سمٰوٰت سے یہاں ارواح مراد ہیں اور ارض سے اجساد۔ مشکوٰۃ جسم انسانی ہے۔ مصباح روح ہے۔ جو مثل چراغ کے روشن اور روشن کنندہ ہے۔ زجاجہ قلب عبد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور وجود سے آسمانوں اور زمین کا اشراق فرمایا بعد اس کے کہ جو حجابات اس کے اور ان کے درمیان تھے انھیں وہ اٹھا چکا تھا۔ حجابات کے اٹھا دینے سے یہ مراد ہے کہ آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ ان میں ہے ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنا نور قبول کر لینے کی صلاحیت پیدا فرما دی جس طرح کہ آئینہ میں صیقل کر دینے سے صورتوں کے قبول کرنے کی آئینہ میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے

اللہ تعالیٰ کے نور کے اس عالم میں ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ روح انسانی بدن انسانی میں مصباح یعنے روح ہے۔ یہ روح قلب یعنے زجاجہ میں ہے شجرۃ مبارکہ سے نفس انسانی مراد ہے انواع و اقسام کے فیوض قبول کرنے کی قابلیت۔ لاشرقیۃ سے اشارہ ہے عالم مجردات کی جانب

نیز یہ اشارہ بھی ہے کہ اس میں کمالات بالفعل ہیں۔ اور لاغربیۃ سے مراد ہے کہ وہ اجسام کثیفیہ، ظلمانیہ میں سے نہیں۔ یکاد زیتہا سے یہ مراد ہے کہ اس میں خود ہی چمک اٹھنے کی استعداد موجود ہے ولو لم تمسسہ نار یعنی حرارت غریزہ کا روح انسانی کے ساتھ کوئی مدبرانہ تعلق نہ ہو۔ نورٌ علی نور سے وہ نور مراد ہے۔ جو اس نور انسانی کے مافوق ہے اور وہ نور الٰہی ہے۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے اس نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔ یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں ویضرب اللہ الامثال للناس۔ یہ صرف مثالیں ہیں جو لوگوں کے لئے اس غرض سے بیان کی گئی ہیں کہ حقیقت حال تک پہنچنے میں لوگوں کو ذرا مدد ملے ورنہ حقیقت تو ان سے ماوریٰ ہے۔ واللہ بکل شیءٍ علیم۔ اور ہر قسم اور چیز کے پورے پورے علوم یعنی جمیع علوم ظاہری و باطنی کا خزانہ حق تعالیٰ ہی کے پاس ہے وہ اس میں سے جتنا جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

جن حضرات کی مدت خریداری ماہ جمادی الاخریٰ میں ختم ہو رہی ہے ان میں سے بعض ایسے ہیں جنھوں نے مجلس تحریک قرآن کی امداد کے لئے اس رسالہ کا چندہ گذشتہ سال دس روپے ادا کیا تھا۔ اگر وہ چاہیں تو اپنی امداد کو آئندہ سال کے لئے بھی جاری رکھ سکتے ہیں۔ ان کے چندہ میں سے پانچ روپے رسالہ کی قیمت میں وضع کرکے باقی پانچ مجلس تحریک قرآن کو بھیج دئے جائینگے جس کی باقاعدہ رسید مجلس کے دفتر سے ان کو پہنچ جائیگی

منیجر